شیخ الاسلام والمسلمین، امام اہلسنت، مجددِ دین وملت، الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا عشقِ رسول، تحفظِ ناموسِ رسالت، آپ کی فقاہت وفقہی خدمات، مختلف علوم وفنون میں مرتبۂ امامت، آپ کی شہرت کے اسباب، شانِ مجددیت اور چند دیگر خصوصیات پر مشتمل خوبصورت رسالہ بنام:

رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ

اعلیٰ حضرت کی اعلیٰ باتیں

از:

شیخ الحدیث والتفسیر

مفتی محمد قاسم عطاری دامت برکاتہم العالیہ

دارالافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)

DARUL IFTA AHLESUNNAT

پیش کش:

مجلسِ افتاء (دعوتِ اسلامی)

شیخ الاسلام والمسلمین، امام اہلسنت، مجددِ دین وملت، الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا عشقِ رسول، تحفظِ ناموسِ رسالت، آپ کی فقاہت و فقہی خدمات، مختلف علوم وفنون میں مرتبۂ امامت، آپ کی شہرت کے اسباب، شانِ مجددیت اور چند دیگر خصوصیات پر مشتمل خوبصورت رسالہ بنام:

رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ

اعلیٰ حضرت کی اعلیٰ باتیں

از:

شیخ الحدیث والتفسیر
مفتی محمد قاسم عطاری دامت برکاتہم العالیہ

دار الافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)
DARUL IFTA AHLESUNNAT

پیش کش:
مجلسِ افتاء (دعوتِ اسلامی)

اعلیٰ حضرت رَحمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ کی اعلیٰ باتیں

اعلیٰ حضرت رَحمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ کی کچھ نمایاں خصوصیات:

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان رَحمَۃُاللہِ تعالٰی علیہ کے متعلق ایک لقب میں ہی آپ کے جملہ پہلوؤں کا احاطہ ہو جاتا ہے اور وہ "مُعۡجِزۃ من معجزات النبی" ہے، یعنی اعلیٰ حضرت نبی اکرم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہیں۔ ایسی جامعیت، علمیت، فقاہت اور دینی خدمت نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فیضان کا معجزہ ہی ہو سکتا ہے اور اصل بات بھی یہی ہے کہ وَلی کی کرامت در حقیقت اُس کے نبی کا معجزہ ہوتا ہے اور یوں حضور صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے معجزات مسلسل ظاہر ہوتے رہیں گے۔ اعلیٰ حضرت رَحمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ کی ذات، اُن کی خصوصیات اور ان کے کمالات آقا کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے فیضان کا ایک عظیم شاہکار ہیں۔

اگر امام اہلسُنَّت رَحمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ کی نمایاں خصوصیات کے حوالے سے بات کی جائے، تو آپ رَحمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ کی چار خصوصیات واضح طور پر سامنے آتی ہیں۔ اُن میں سے تین وہ ہیں کہ جنہیں اعلیٰ حضرت رَحمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ نے خود بیان کیا ہے کہ اِس فقیر کی زندگی کی مصروفیت یہ چیزیں ہیں: ایک فقہ حنفی کے مطابق مسلمانوں کی رہنمائی کرنا۔ (دنیا بھر سے مسلمان جو فتاویٰ پوچھتے تھے، اعلیٰ حضرت رَحمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ ان کے مسائل کا جواب دیتے تھے اور آپ کی زندگی کا ایک بڑا حصہ اس فتویٰ نویسی اور علمی مشغلے میں گزرا، تو فتویٰ نویسی آپ کی زندگی کا بہت نمایاں پہلو ہے۔ پھر اِسی سے اُن کی تصانیف وجود میں آئیں اور آپ کی تصانیف کی تعداد تقریباً ایک ہزار سے زیادہ ہے۔)

اور دوسری مصروفیت نبی اکرم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت اور ناموس کی حفاظت کرنا۔ اعلیٰ حضرت رَحمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ کی تحریرات، تصنیفات، مکتوبات اور مجموعہ اشعار دیکھیں، تو اُن کا اکثر حصہ نبی اکرم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی عظمت و شان کی تشریحات اور تفصیلات کے متعلق اور حضور اکرم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر ہونے والے کسی بھی اعتراض اور کلام کا جواب دینے میں اور ناموسِ رسالت کا دفاع کرنے پر مشتمل ہے، لہٰذا عظمت و ناموسِ رسالت کا تحفظ اعلیٰ حضرت رَحمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ کی دوسری نمایاں ترین خصوصیت ہے، چنانچہ اعلیٰ حضرت رَحمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ کی زندگی کی ان بڑی مصروفیات کے بارے میں مولانا ظفر الدین بہاری رَحمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ تحریر فرماتے ہیں کہ "ایک مرتبہ رام پور کے نواب کی دعوت پر اعلیٰ حضرت

رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ اُس کے ہاں تشریف لے گئے۔ نواب صاحب سے ملاقات کے دوران علامہ عبد الحق خیر آبادی بھی تشریف لے آئے اور انہوں نے اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے پوچھا کہ: بریلی میں آپ کا کیا شغل ہے؟ فرمایا تدریس، افتا، تصنیف۔ کس فن میں تصنیف کرتے ہیں؟ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا جس مسئلہ دینیہ میں ضرورت دیکھی اور ردِّ وہابیہ میں۔"[1]

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اپنی تیسری مصروفیت تدریس بیان فرمائی جس کی برکت سے جلیل القدر علماء تیار ہوئے۔ یہ تین باتیں اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے خود بیان فرمائیں کہ فقیر کی مصروفیت ان اُمور سے متعلق ہے، البتہ اِس کے علاوہ آپ رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی شخصیت کے متعلق مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سب امور کی مشغولیت میں آپ رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی یہ نمایاں خوبی سامنے آتی ہے کہ آپ رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کثیر علوم کے جامع ہیں کہ آپ صرف ایک فن کے عالِم نہیں تھے کہ آپ صرف فقہ جانتے ہوں، تو "فَقِیہ" ہوں یا حدیث کے ماہر ہوں، تو "مُحَدِّث" ہوں، یا تفسیر پر عبور رکھتے ہوں تو "مُفَسِّر" سمجھے جائیں، بلکہ آپ اتنے علوم کے ماہر تھے کہ آپ سے پہلے اور بعد کے ہزاروں مشہور و معروف علماء میں دیکھا جائے، تو اتنے علوم کسی ایک ہستی میں مجتمع نظر نہیں آئیں گے، چنانچہ (1) فقہ حنفی کی خدمت (2) عقائدِ اسلامیہ اور ناموس رسالت کی حفاظت اور (3) تدریس اور اس کے ساتھ کثیر علوم کی جامعیت۔ یہ نمایاں خصوصیات ہیں، جو اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی سیرت میں ملتی ہیں۔

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی فقاہت اور فقہی خدمات:

فقہ اور شرعی مسائل میں اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی مہارت بالکل منفرد نوعیت کی تھی۔ آپ رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی علمیت اور فقاہت انتہائی اعلیٰ، شاندار اور مسائل میں نظر اِس قدر دقیق اور جید (بہترین) تھی کہ عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر فقہ میں آپ رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا مرتبہ کتنا بلند تھا، اِس کا اندازہ چند خصوصیات سے لگایا جاسکتا ہے۔

1...۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، صفحہ 222، مطبوعہ مکتبہ نبویہ، لاہور۔

پہلی فقہی خصوصیت:

اعلیٰ حضرت رَحۡمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ کی پوری عمر کی فتویٰ نویسی کی مدت تقریباً 55 سال بنتی ہے، کیونکہ اعلی حضرت رَحۡمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ نے باقاعدہ طور پر پہلا فتویٰ تیرہ سال، دس ماہ اور چار دن کی عمر میں دیا اور آپ کا وصال تقریبا 68 سال کی عمر میں ہوا۔ اس کے حساب سے آپ کی عمر تقریباً 68 سال بنتی ہے۔ تقریباً 13 سال کی عمر میں آپ نے فتویٰ دینا شروع کیا اور 68 سال کی عمر میں آپ کا وصال ہوا، تو تقریباً 55 سال آپ نے فتاویٰ جاری فرمائے، تو وقت، زمانہ اور عرصے کی وسعت کے اعتبار سے بھی آپ کی فقہی مہارت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

دوسری فقہی خصوصیت:

اعلیٰ حضرت رَحۡمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ کے فتاوی میں بہت زیادہ وسعت و تنوع ہے کہ یہ فتاوی، فقہ کے ہر موضوع پر، دنیا کے کثیر ممالک سے اور مختلف زبانوں میں، مختصر، متوسط، مُفَصَّل، آسان اور مشکل ہر طرح کے تھے اور پوچھنے والوں میں عوام و ماہر علماء سب شامل تھے، بلکہ وقت کے بڑے بڑے علماء کی طرف سے آپ کی بارگاہ میں استفتاء پیش ہوتے تھے۔ اس سے آپ کی فقہی مہارت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

تیسری فقہی خصوصیت:

تاریخ اسلام میں بڑے بڑے فقہائے کرام اور مفتیانِ کرام گزرے، جنہوں نے فتاوی دیے اور اُن کے فتاویٰ چھپے (کتابی صورت میں موجود ہیں) اور آج کے زمانے میں بھی موجود ہیں۔ یہاں یہ بات ذہن میں رکھیں کہ فتاوی دو طرح کے ہوتے ہیں: (1) جنہیں اصطلاحی طور پر "فتاویٰ" کہا جاتا ہے، جیسے "مُتون و شُرُوح" کی اِصطلاح بھی بولی جاتی ہے کہ ائمہ مذہب کے اقوال پر مشتمل کتابیں "مُتُون" کہلاتی ہیں اور ان متون کی تشریح و توضیح پر مشتمل کتابیں "شُرُوح" کہلاتی ہیں، جبکہ اِن دونوں قسم کے مسائل کے ساتھ یا ان کے بغیر مزید پیش آمدہ مسائل کے متعلق فقہاء کے جوابات کے مجموعہ پر مشتمل کتابیں "فتاوی" کہلاتی ہیں، مثلاً پچھلے زمانے کے فتاویٰ جیسے فتاویٰ عالَمگیری، فتاویٰ تاتار خانیہ، فتاویٰ قاضی خان اور فتاویٰ بزازیہ وغیرہا۔ یہ ہمارے زمانے والے فتاویٰ کی کتابیں نہیں ہیں کہ لوگ پوچھتے تھے اور علماء جواب دیتے تھے۔

(2) فتاوی کی کتابوں کی دوسری قسم وہ ہے جو آج کل فتاوی کے نام سے لکھی جارہی ہیں، جیسے کسی

مفتی سے مسائل پوچھے جاتے ہیں اور وہ اُن کے جوابات دیتے ہیں، یہ سب فتاویٰ جمع ہوتے رہتے ہیں، پھر فتاویٰ کا ایک مجموعہ بن جاتا ہے اور کسی نام سے چَھپ جاتا ہے۔ پاک وہند میں فقہ حنفی سے تعلق رکھنے والی ایسی کتبِ فتاوی ایک سو سے زائد ہوں گی، لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ دنیائے اسلام کی تاریخ میں ایک فرد کے لکھے ہوئے فتاوی کا اتنا بڑا مجموعہ موجود نہیں ہے، جتنا ضخیم الحمد للہ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا **"فتاویٰ رضویہ"** ہے، یعنی جتنے بڑے، مفصل اور کثیر مجلدات پر مشتمل فتاوی آپ نے جاری کیے، پوری دنیائے اسلام میں اتنے فتاویٰ کسی نے جاری نہیں کیے۔ یہ آپ کی فقہی دَسترس اور مہارت کی ایک بہت بڑی نشانی ہے۔

چوتھی فقہی خصوصیت:

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا مقامِ تَفَقُّہ اس قدر بلند تھا کہ جب بڑے بڑے علماء کسی مسئلے کے حل سے عاجز آجاتے اور مسئلہ حل نہ کر پاتے تو آپ رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی بارگاہ میں وہ سوال پیش ہوتا اور آپ رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ اُس کا مُدَلَّل، مُحَقَّق اور حتمی جواب عطا فرماتے، جیسے ایک بڑا مشہور کرنسی نوٹ کا مسئلہ سامنے آیا کہ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے زمانے میں کرنسی نوٹ کی ایجاد ہوئی تھی اور اس سے پہلے دوسرے سکے چلتے تھے۔ جب یہ نوٹ آئے تو شرعی حیثیت واضح نہ تھی کہ شرعی نقطہ نظر سے اِس کا حکم کیا ہے۔ کیا یہ سونے چاندی کی رسید ہے یا یہ سکوں کی طرح ثمن اصطلاحی ہے۔ بڑے بڑے علماء وفقہاء اس کی شرعی حیثیت کے تعین سے عاجز آگئے، تو اجلہ علماء وفقہاء کی طرف سے اعلی حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے سامنے جب یہ سوال آیا، تو آپ رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس کے جواب میں ایک پورا رسالہ بنام "کفل الفقیہ الفاھم فی احکام القرطاس والدراھم" تحریر فرمایا۔ جب وہ رسالہ علماء کے سامنے پیش کیا گیا، تو سب اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی علمیت وفقاہت پر دَنگ رہ گئے اور اندازہ ہوا کہ فقاہت کسے کہتے ہیں کہ جن باتوں کو انہوں نے پڑھا تو تھا، لیکن اُن سے استدلال نہیں کر پا رہے تھے، اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اُن ہی چیزوں سے استدلال فرما کر مسئلہ حل کر دیا۔ یوں نئے اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل آپ کی بارگاہ میں پیش ہوتے تھے اور آپ ان کا حل یوں پیش فرماتے تھے کہ گویا آپ پہلے سے اس معاملے میں تحقیق فرما چکے ہیں۔

یہ (احمد رضا) تو "امام اعظم ثانی" معلوم ہوتے ہیں:

مولانا سراج احمد مکھن بیلوی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ جو سرائیکی علاقے کے بہت بڑے فقیہ گزرے ہیں، وہ

علم وراثت میں بہت ماہر تھے، انہیں ذَوِی الاَرْحام کے بارے میں کوئی انتہائی مشکل مسئلہ درپیش تھا اور اہل علم جانتے ہیں کہ ذوی الاَرحام کے مسائل کچھ پیچیدہ ہوتے ہیں، چنانچہ علامہ سراج احمد کو بھی اس مسئلہ میں اِشکالات تھے جو حل نہیں ہورہے تھے۔ انہوں نے اس مسئلے کے حل کے لیے ہندوستان کے بڑے بڑے دارالعلوم، دار الافتاء اور مفتیانِ کرام کے پاس وہ سوال بھیجا کہ کہیں سے بھی جواب مل جائے، بہت سی جگہوں سے تو جواب ہی نہیں آیا اور جن چند جگہوں سے جواب آیا، اُن سے تشفی نہیں ہوئی، بالآخر انہوں نے وہی سوال بریلی شریف اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی خدمت میں ان الفاظ کے ساتھ ارسال کیا" یہ خاکسار اِس وقت ایک ایسے رسالہ علم میراث کی تصنیف میں لگا ہوا ہے، جو نہایت سَہل، مختصر اور مُنْضَبِط قواعد پر مشتمل ہو۔ تقلیدِ قواعد قدیمہ کو بالکل ترک کرکے جدید قواعد ایسے ایجاد ہوچکے ہیں کہ ایک ہی عمل کے ذریعے سے "مناسخہ" تک مسئلہ بن جاتا ہے کہ دوسرے عملِ رَدّ، عَوْل، تصحیح وغیرہا کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ علیٰ ھذاالقیاس، ذَوِی الاَرْحام اوراس کے مناسخہ کی تسہیل بھی پرلے درجہ تک کی گئی ہے، امید کہ بعدِ تکمیل وہی رسالہ بنابر تقریظ حضور کی خدمت میں بھی ارسال کیا جائے گا، چونکہ اَولاد صنف رابع کے قاعدہ تحریمی میں سخت اختلاف ہے، لہٰذا حل ہونا اس مشکل کا بغیر اِمداد آں حل المشکلات صاحب کمال کے سخت مشکل ہے اور کوئی دوسرا اہل فن باکمال میری رائے میں موجود نہیں کہ حل کرسکے، پس بہرحال دوسرے شغل کو بالفعل بند فرماکر مکمل قاعدہ مفتٰی بہ بمع نقل عباراتِ فقہیہ لکھ کر ارسال فرمائیں تاکہ بعینہ آپ کے فتویٰ کو درجِ رسالہ کیا جائے۔ میرے پاس کوئی اور کتاب بجز شامی و دُر(درمختار) و فتاوٰی تنقیح الحامدیۃ کے نہیں ہے، تاکہ صریح جزئی کا مسئلہ حاصل کرسکوں، جوابی لفافہ مرسل خدمت ہے، جب تک جواب نہیں آئے گا، میں سخت انتظار میں مُضْطَرِب رہوں گا اور رسالہ بھی ناقص رہے گا۔"[1] اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس کا جواب لکھا، جو فتاوٰی رضویہ میں موجود ہے اور وہ فتوی اتنا شاندار ہے کہ آج بھی اسے پڑھیں تو پتا چلتا ہے کہ علم کی مہارت کیا ہوتی ہے۔

اِس فتویٰ سے قبل مولانا سراج احمد مکھن بیلوی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ اعلیٰ حضرت سے حسنِ اعتقاد نہیں

1 ...۔ (فتاوی رضویہ، جلد 26، صفحہ 377، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

رکھتے تھے، مگر اِس فتویٰ میں آپ کی فقہی جولانی اور قوت استخراج دیکھ کر خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ اِس جواب کو دیکھنے کے بعد مولانا احمد رضا رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے متعلق میرا اندازِ فکر یکسر بدل گیا اور اُن کے متعلق ذہن میں جمائے ہوئے تمام خیالات کے تار وپود (تانے، بانے) بکھر گئے۔ اُن کے رسائل اور دیگر تصانیف منگوا کر پڑھے تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ میرے سامنے سے غلط عقائد و نظریات کے سارے حجابات آہستہ آہستہ اٹھ رہے ہیں۔ اِسی دور میں احمد پور کے ایک مشہور فقیہ مولوی نظام الدین سے میری گفتگو ہوئی۔ یہ مولانا تفقہ میں اپنے ہم عصر علماء سے ممتاز تھے اور کسی کو اپنا ہمسر تصور نہیں کرتے تھے۔ (اُن سے کسی کتاب کے) ایک فتوے پر گفتگو ہوئی کہ حدیث صحیح کے مقابل قول فقہاء پر عمل نہ کرنا چاہیے۔ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے رسالہ "الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی" کے ابتدائی اوراق منازلِ حدیث کے انہیں سنائے تو کہنے لگے: "یہ سب منازل فہم مولانا کو حاصل تھے۔ افسوس کہ میں ان کے زمانے میں رہ کر بے خبر وبے فیض رہا۔" پھر فقہ کے چند مسائل کے جوابات رسالہ رضویہ سے سنائے تو کہنے لگے "علامہ شامی اور صاحب فتح القدیر مولانا (احمد رضا) کے شاگرد ہیں۔ **یہ تو امام اعظم ثانی معلوم ہوتا ہے۔**"[1]

علمائے رام پور ایک طرف، مگر حق وہی جو نو عمر صاحبزادے نے لکھا:

ایک دلچسپ واقعہ ملاحظہ فرمائیں کہ ایک مرتبہ علامہ مفتی ارشاد حسین رام پوری رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ایک فتوی لکھا اور اس فتوے پر رام پور کے نواب نے مختلف مفتیان کرام سے تصدیقات وغیرہا لیں اور ہر جگہ سے اس فتوے کی تصدیق بھی ہوگئی، لیکن جب بریلی شریف سے اعلی حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا تحریر کردہ فتویٰ آیا تو وہ مفتی ارشاد حسین رام پوری رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے فتوے کے برخلاف تھا۔ اب واقعے کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ ظفر الدین بہاری رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نقل کرتے ہیں کہ مولوی اعجاز ولی خاں صاحب کا بیان ہے کہ اعلی حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی عمر کا چودھواں سال تھا، افتاء کا کام حضرت نے اپنے ذمہ لے لیا تھا کہ ایک شخص رام پور سے حضرت امام المحققین مولانا نقی علی خاں صاحب رَحْمَۃُ اللّٰہ تَعَالٰی

---

1 ... (انوارِ رضا، صفحہ 191، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

عَلَیْہِ کی شہرت سن کر بریلی تشریف لائے اور جناب مولانا ارشاد حسین صاحب مجددی کا فتوی جس پر اکثر علماء کی مواہیر و دستخط ثَبْت تھے، پیش خدمت کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ: **کمرے میں مولوی صاحب ہیں، اُن کو دے دیجیے، جواب لکھ دیں گے۔ وہ کمرے میں گئے اور آکر عرض کیا کہ کمرے میں مولوی صاحب نہیں ہیں، فقط ایک نوعمر صاحبزادے ہیں۔ فرمایا: انہیں کو دے دیجیے، وہ لکھ دیں گے۔** انہوں نے کہا حضور میں تو جناب کی شہرت سن کر آیا تھا۔ حضرت نے فرمایا: آج کل وہی فتوی لکھا کرتے ہیں، انہیں کو دے دیجیے۔ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے جو اس فتوی کو دیکھا، تو ٹھیک نہ تھا، چنانچہ اِس جواب کے خلاف جواب تحریر فرمایا اور اپنے والد ماجد کی خدمت میں پیش فرمایا، حضرت نے اُس فتویٰ کی تصدیق و تصویب فرمائی، پھر وہ صاحب اس فتوی کو دوسرے علماء کے پاس لے گئے، اُن لوگوں نے حضرت مولانا ارشاد حسین شاہ رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی شہرت دیکھ کر فتوی کی تصدیق کی۔ جب رام پور کے نواب کلب علی خاں صاحب رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی خدمت میں وہ جواب پہنچا، آپ نے شروع سے اخیر تک اس فتوی کو پڑھا اور تمام لوگوں کی تصدیقات دیکھیں۔ چنانچہ سب علماء کی ایک رائے ہے، صرف بریلی کے دو عالموں نے اختلاف کیا ہے۔ نواب نے حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین رام پوری کو یاد فرمایا، حضرت تشریف لائے، نواب صاحب نے فتوی اُن کی خدمت میں پیش فرمایا۔ حضرت رام پوری رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی دیانت اور انصاف پسندی کہیے کہ صاف فرمایا: حقیقت میں وہی حکم صحیح ہے، جو اِن دو صاحبوں نے لکھا۔ نواب صاحب نے پوچھا: پھر اتنے علماء نے آپ کے فتوی کی تصدیق کس طرح کی؟ فرمایا: ان لوگوں نے مجھ پر اعتماد اور شہرت کی وجہ سے تصدیق کی اور حق وہی ہے، جو انہوں نے لکھا ہے۔ (1)

سبحان اللہ! اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اِس عمر میں بھی جو جواب لکھا، وہی جواب درست اور صحیح تھا۔ آپ کے ابتدائی دور کے فتاوی کی عمدگی و پختگی ایسی تھی اور اللہ عزوجل کے کرم سے وقت کے ساتھ ساتھ اس میں مزید پختگی اور بلندی آتی گئی، چنانچہ پھر فتاوی میں آپ کی شانِ علم ساری دنیا نے دیکھی۔ جو اِس

1 ... (حیات اعلیٰ حضرت، صفحہ 219، مطبوعہ مکتبہ نبویہ، لاہور)

وقت فتاوی رضویہ کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا عشقِ رسول اور تحفظِ ناموسِ رسالت:

عشق رسول تو جانِ ایمان اور روح ایمان ہے اور اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی سیرت کا سب سے نمایاں پہلو عشق رسول ہے، اگرچہ علم و فتوی آپ کی بہت بڑی پہچان ہے، لیکن اس سے بڑھ کر اعلی حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی پہچان عشق رسول ہے، آپ کا عشق ایسا تھا کہ اپنے اور بیگانے سب ہی اسے مانتے تھے۔ آپ کے مخالفین بھی مانتے تھے کہ آپ رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ میں نبی اکرم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی مَحَبَّت اور اس محبت میں شدت اور تَصَلُّب بہت اعلی قسم کا ہے۔ عظمت و ناموس رسالت کے تحفظ اور حفاظت کا مدار، قوتِ ایمانی اور غیرتِ عشق پر ہے، جس میں ایمان جتنا مضبوط اور نبی پاک صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت جتنی زیادہ ہے، اُس میں غیرتِ ایمانی اور عشق بھی زیادہ ہو گا اور اعلی حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وہ ہیں کہ جن کا قلم، زبان، تحریر، اٹھنا، بیٹھنا، نشست، برخاست، گفتگو اور سفر و حضر سب کچھ حضور جانِ دو عالَم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے عشق و محبت سے لبریز تھا۔ آپ کی صبح و شام نبی اکرم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی یاد میں گزرنے والی اور آپ اپنی جان، آقا کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر قربان کرنے والے تھے، بلکہ آپ میں نبی اکرم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت اس اعلیٰ درجے کی تھی کہ آپ حضور اکرم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے نسبت رکھنے والی ہر چیز سے والہانہ محبت کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے جابجا اس کا اظہار بھی فرمایا۔ چنانچہ آپ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں:

پارۂ دل بھی نہ نکلا دل سے تحفے میں رؔضا
اُن سگانِ کُو سے اتنی جان پیاری واہ واہ

یعنی اے رضا! مدینے کے کتوں کو نذر کرنے کے لیے تجھ سے سینہ چیر کر دل کا گوشت اور ٹکڑا کیوں نہ پیش ہوا؟ تمہیں کوچہِ حبیب اور مدینہ منورہ کے کتوں سے اپنی جان اِتنی پیاری ہے؟

اعلی حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا عشق اس مقام پر تھا کہ آپ فرماتے ہیں:

جان و دل ہوش و خرَد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا، سارا تو سامان گیا

قافلۂ حجاز اور امام کے دل کا اضطراب:

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے عشقِ مصطفیٰ کا ایک خوبصورت واقعہ یہ ہے کہ جب اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنے بھائی اور صاحبزادے کو سفر مدینہ پر روانہ کرنے گئے، جب وہاں رخصتی کا وقت قریب ہوا، تو آپ کی اپنی بے قراری میں ایسا اضافہ ہوا کہ اُس بارگاہِ عالی شان میں حاضری کو دِل شدید مچلنے لگا، اعلی حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ یہ واقعہ خود اپنے خوبصورت انداز میں یوں بیان فرماتے ہیں: ”دوسری بار جب مکہ معظمہ حاضر ہوا، یکا یک جانا ہوگیا، پہلے سے کوئی ارادہ نہیں تھا۔ ننھے میاں (چھوٹے بھائی مولانا محمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ) اور حامد رضا خاں (اعلی حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے بڑے شہزادے) مع متعلقین بارادۂ حج روانہ ہوئے۔ لکھنو تک ان لوگوں کو پہنچا کر میں واپس آ گیا، لیکن طبیعت میں ایک قسم کا انتشار رہا(یعنی حاضری مدینہ کے لیے بے قراری رہی)۔ ایک ہفتہ یہاں رہا، طبیعت سخت پریشان رہی۔ ایک روز عصر کے وقت زیادہ اضطراب ہوا اور دل وہاں (یعنی حرمین طیبین) کی حاضری کے لیے زیادہ بے چین ہوا۔ بعدِ مغرب مولوی نذیر احمد صاحب کو اسٹیشن بھیجا کہ جا کر بمبئ تک سیکنڈ کلاس رِزَرو (Reserve) کروالیں کہ نمازوں کا آرام رہے۔انہوں نے اسٹیشن ماسٹر سے گاڑی مانگی ، اس نے پوچھا: کس ٹرین سے ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا :اسی شب میں دس بجے والی گاڑی سے ۔ وہ بولا : یہ گاڑی نہیں مل سکتی ،اگر آپ کو اس سے جانا تھا، تو چوبیس گھنٹے پیشتر اطلاع دیتے۔ بیچارے مایوس ہوکر لوٹنا چاہتے تھے کہ ایک ٹکٹ کلکٹر جو قریب رہتا تھا، مل گیا۔ اس نے کہا تم گھبراؤ مت ! میں چلتا ہوں اور اسٹیشن ماسٹر سے جا کر کہتا ہوں۔اسٹیشن ماسٹر نے اس کی بات سن کر ایک سو تریسٹھ روپے پانچ آنے لے کر سیکنڈ کلاس کا کمرہ رِزَرو(Reserve) کردیا۔

عشا کی نماز سے اول وقت فارغ ہولیا۔ صرف والدہ ماجدہ سے اجازت لینا باقی رہ گئی جو نہایت اہم مسئلہ تھا اور گویا اس کا یقین تھا کہ وہ اجازت نہ دیں گی۔ کس طرح عرض کروں؟ اور بغیر اجازتِ والدہ حج نفل کو جانا حرام ۔ آخر کار اندر مکان میں گیا، دیکھا کہ حضرت والدہ ماجدہ چادر اوڑھے آرام فرماتی ہیں ۔ میں نے آنکھیں بند کر کے قدموں پر سر رکھ دیا، وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھیں اور فرمایا: ”کیا ہے؟ میں نے عرض کیا :” حضور! مجھے حج کی اجازت دے دیجیے۔ پہلا لفظ جو فرمایا، وہ

یہ تھا کہ ”خدا حافظ“ یہ (یعنی والدہ کا یوں بآسانی اجازت دے دینا) انہیں دعاؤں کا اثر تھا۔ میں الٹے پیروں باہر آیا اور فوراً سوار ہوکر اسٹیشن پہنچا۔[1]

اب دیکھیں کہ عشقِ مدینہ ایسا غالب کہ زائرین کو چھوڑنے جائیں اور ایسی بے قراری ہو کہ تقریباً پچاس سال کی عمر میں اتنی مشقت و مشکلات والا سمندری سفر طے کرنے کے لیے فوراً خود بھی تیار ہو جائیں سبحان اللہ۔ اِسی واقعہ کی حقیقی تصویر یہ شعر ہے:

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے   تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

روضہ پر اِک نگاہ پڑ جائے، اگرچہ اُسی وقت دَم نکل جائے:

اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلِ سنّت، امام اَحمد رضاخان رَحْمَۃُ اللہ تعَالٰی عَلَیْہِ اپنے دُوسرے سَفَرِ حج میں اَرکانِ حَج ادا کرنے کے بعد سخت بیمار ہوگئے، مگر آپ رَحْمَۃُ اللہ تعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ”بیماری کے طَوِیل ہو جانے میں مجھے زِیادہ فِکْر، حاضِریِ سَرکارِ اَعظم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی تھی۔ جب بُخار کو طُول پکڑتا دیکھا، میں نے اُسی حالت میں قَصدِ حاضِری کِیا، (عرب شریف کے) عُلَماء روکنے لگے۔ اَوّل تو یہ فرمایا کہ حالت تو تمہاری یہ ہے اور سَفَر طَوِیل! میں نے عَرض کی: ”اگر سچ پُوچھئے تو حاضِری کا اَصلِ مقصود زِیارتِ طَیْبَہ ہے، دونوں بار اِسی نیّت سے گھر سے چلا، مَعَاذَ اللہ اگر یہ نہ ہو تو حج کا کچھ لُطف (مزہ) نہیں۔“ اُنہوں نے پھر اِصرار اور میری حالت کا اِشْعار کیا (یعنی مجھے میری حالت یاد دِلائی)۔ میں نے حدیث پڑھی: ”مَنْ حَجَّ وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ“ یعنی جس نے حج کِیا اور میری (قَبْر کی) زِیارَت نہ کی اُس نے مجھ پر جَفا کی“ (عرب شریف کے علماء نے) فرمایا: تم ایک بار تو زِیارَت کر چکے ہو۔ میں نے کہا: میرے نزدیک حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ عُمر میں کتنے ہی حج کرے زِیارَت ایک بار کافی ہے، بلکہ ہر حج کے ساتھ زِیارَت ضرور (یعنی لازمی) ہے، اب آپ دُعا فرمایئے کہ میں سَرکار (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ) تک پَہُنْچ لُوں۔ **رَوضَۂ اَقدَس پر ایک نِگاہ پڑ جائے اگرچہ اُسی وَقت دَم نکل جائے۔**“[2]

آپ رَحْمَۃُ اللہ تعَالٰی عَلَیْہِ اپنے ایک کلام میں اِسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

1 ... (حیات اعلیٰ حضرت، ص365، ط: مکتبہ نبویہ / ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ دوم، ص182، مکتبۃ المدینہ)

2 ... (ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ دوم، صفحہ 201، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اس کے طُفیل حج بھی خُدا نے کرا دِیئے
اَصل مُراد حاضِری اس پاک دَر کی ہے

احمد رضا کو یاد کرنے سے میری روح کو بالیدگی ملتی ہے:

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے عشق و محبت کا بیان حضرت مولانا وَصی احمد محدث سُورَتی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ (سالِ وفات:1334ھ / 1916ء) کی زبانی سنیے۔ یہ اُس وقت کا واقعہ ہے کہ جب سرزمین پیلی بھیت پر محدث اعظم ہند اپنے استاذ محترم محدث سورتی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہما کے مدرسۃ الحدیث میں زیر تعلیم تھے۔ زینتِ خاندانِ اشرفیہ حضرت محدث اعظم ہند رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: "میرے استاذ فن حدیث کے امام مولانا شاہ وصی احمد صاحب رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے میں نے پوچھا کہ آپ تو حضرت مولانا شاہ فضل رحمن صاحب گنج مراد آبادی سے مرید ہیں، لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ کو جتنی عقیدت و محبت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے ہے، وہ کسی سے نہیں۔ اعلیٰ حضرت کی یاد، ان کا تذکرہ، ان کے علم وفضل کا خطبہ، آپ کی زندگی کے لیے روح کا مقام رکھتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت محدث سورتی صاحب رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا کہ سب سے بڑی دولت یعنی علم وہ نہیں ہے جو میں نے مولوی اسحاق محشی بخاری سے پائی اور سب سے بڑی نعمت وہ بیعت نہیں ہے، جو مجھے مولانا شاہ فضل رحمن صاحب گنج مراد آبادی سے حاصل ہوئی، **بلکہ سب سے بڑھ کر دولت وہ ایمان ہے، جو مدارِ نجات ہے، وہ میں نے صرف اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے پایا اور میرے سینے میں پوری عظمت کے ساتھ مدینے کے بسانے والے اعلیٰ حضرت ہی ہیں، اسی لیے ان کے تذکرے سے میری روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے اور ان کے ایک ایک کلمے کو اپنے لیے مشعل ہدایت جانتا ہوں۔**"[1]

دل میں مدینہ بسانے والے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس کی صحبت میں تھوڑی دیر بھی بیٹھیں، تو اس کی زبان پر مدینے کا ذکر ہی جاری ہو اور وہ اپنے ہم نشینوں کو بھی مدینے کی محبت میں گما دے۔ یہ اعلی حضرت

---

1 ... (حیات اعلی حضرت، صفحہ 137، مطبوعہ مکتبہ نبویہ، لاہور)

رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے سوزِ عشق کا مزاج ہے اور جب محبت و عشق ایسا ہو گا، تو یقینی بات ہے کہ محبوب کی عزت و ناموس کے تحفظ کا جذبہ اور جوش وولولہ بھی اسی طرح کا ہو گا۔

عشقِ حبیب ہو تو ایسا ہو! اللہ اکبر:

حضرت حسان بن ثابت رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کا ایک ایسا شعر ہے کہ جو اعلیٰ حضرت کی ذات پر بہت اچھے انداز سے صادق آتا ہے۔ حضرت حسان رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ نے کفارِ مکہ کے اعتراضات اور کفار کی طرف سے نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہونے والی توہین کے جواب میں اَشعار لکھے، ان میں ایک شعر یہ بھی تھا:

فَإِنَّ أَبِی وَوَالِدَہٗ وَعِرضی لِعِرضِ مُحَمَّدٍ مِنکُم وِقاءُ

اے کافرو! تمہاری طرف سے رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ناموس پر کیے جانے والے حملوں کی روک کے لیے میری اور ماں باپ کی عزتیں ڈھال ہیں۔ بالکل اِسی شعر کے حقیقی مصداق بنتے ہوئے اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے بھی اپنے دور میں اپنی عزت و آبرو کی پرواہ کیے بغیر اپنی ذات کو نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عزت وناموس کے دفاع کے لیے ڈھال بنایا، بلکہ خود اس کا اظہار بھی فرمایا، جس کا ذکر آپ کی کتب میں ملتا ہے۔ جیسا کہ آپ رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ جب منکرینِ شان رسالت کا رد کرتے تھے، تو آپ کا قلم بہت سخت ہوتا تھا اور بڑے سخت الفاظ استعمال کرتے تھے، تو اس پر بعض احباب نے کہا کہ حضور! علمی طور پر رد ہی کرنا مقصود ہے، لہٰذا اس میں اتنی سختی کرنے کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: "میں چاہتا ہوں کہ میرے اس انداز کی وجہ سے دشمن، نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی گستاخی سے باز آجائیں اور میری ذات کے خلاف بول لیں تاکہ جتنی دیر وہ میرے خلاف بولنے میں لگے رہیں گے، کم از کم اُتنی دیر نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے بارے میں ان کی زبانیں خاموش ہوں گی۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں: "ان شاء اللہ العزیز ذاتی حملوں پر کبھی التفات نہ ہوگا۔ سرکار سے مجھے یہ خدمت سپرد ہے کہ عزت سرکار کی حمایت کروں نہ کہ اپنی۔ میں تو خوش ہوں کہ جتنی دیر مجھے گالیاں دیتے، افتراء کرتے، برا کہتے ہیں، اتنی دیر محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بدگوئی، منقصت جوئی سے غافل رہتے ہیں، میں چھاپ چکا اور پھر لکھتا ہوں، **میری آنکھ کی ٹھنڈک اس میں ہے کہ میری اور میرے آباءِ کرام کی آبروئیں،**

عزت محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّم کے لیے سپر رہیں، اللھم اٰمین!" (1)

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا یہ کلام حقیقت میں حضرت حسان رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کے شعر کی حقیقی تعبیر ہے کہ اے کافرو! تمہاری طرف سے ناموسِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّم پر کیے جانے والے حملوں کی روک کے لیے میری اور ماں باپ کی عزتیں ڈھال ہیں۔

تحفظِ عقیدۂ ختم نبوت اور اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ:

جب مرزا قادیانی اور دیگر کچھ لوگوں کی طرف سے ختمِ نبوت کے انکار کا فتنہ کھڑا کیا گیا اور نبوت کا دعویٰ کیا گیا، نیز حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور دیگر بہت سارے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام کی گستاخیاں کیں، تو اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس کے خلاف مؤثر علمی دلائل پیش فرمائے اور بطورِ خاص اس کے رد میں مُدلل کتابیں تصنیف فرمائیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی اس موضوع پر یہ تصانیف مبارکہ ہیں: (1) **جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم النبوۃ**: یہ رسالہ 1317ھ میں تصنیف ہوا۔ اس میں عقیدہ ختم نبوت پر 120 حدیثیں اور منکرین کی تکفیر پر جلیل القدر ائمہ کرام کی تیس تصریحات پیش کی گئی ہیں۔ (2) **السوء والعقاب علی المسیح الکذاب**: یہ رسالہ 1320ھ میں تحریر ہوا، اس میں دس وجوہات سے مرزا غلام قادیانی کا کفر ثابت کیا گیا۔ (3) **قھر الدیان علی مرتد بقادیان**: یہ رسالہ 1323ھ میں لکھا گیا۔ اس میں جھوٹے مسیحِ قادیان کے شیطانی الہاموں، اس کی کتابوں کے کفریہ اَقوال کو نقل کیا گیا، نیز سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور ان کی والدہ ماجدہ سیدہ مریم رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْھَا کی طہارت اور ان کی عظمت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ (4) **المبین ختم النبین**: یہ رسالہ 1326ھ میں تصنیف فرمایا۔ (5) **الجزار الدیان علی المرتد القادیان**: یہ رسالہ 3 محرم الحرام 1340ھ کو لکھا گیا اور اس رسالے کی تحریر کے اگلے مہینے میں اسی سال 25 صفر المظفر 1340ھ کو آپ کا وصال ہوا۔ (6) **المعتقد**: اس عظیم کتاب میں بھی عقیدہ ختم نبوت اور مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر پر شاندار کلام ہے۔

---

1 ... (فتاویٰ رضویہ، جلد 15، صفحہ 88، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

درودِ تاج پر اعتراض کا رَدِّ بلیغ:

جس طرح آپ رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے شانِ رسالت کے دوسرے پہلوؤں پر ایسا پہرا دیا کہ جب بھی کسی نے شانِ رسالت کے بارے میں لوگوں کو وسوسوں میں ڈالنے کی کوشش کی، تو آپ نے قرآن و حدیث کے دلائل سے اس کا بھرپور انداز سے جواب دیا، مثلا درود تاج میں نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا ایک وصف مبارک ہے:"دافع البلاء و الوباء والقحط و المرض وَ الْاَلَم"کہ نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ بلاؤں، وباؤں، قحط، بیماریوں اور پریشانیوں کو دور کرنے والے ہیں۔ اس پر کسی نے اعتراض کیا کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو" دافع البلاء و الوباء ۔۔۔۔ الخ" کہنا اور مالک و مختار ماننا درست نہیں، بلکہ معاذاللہ شرک اور بدعت سیئہ ہے ۔ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس اعتراض کے جواب میں ایک مبسوط کتاب بنام "الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء" تصنیف فرمائی اور اس کتاب میں 300 احادیث اور 50 آیات مبارکہ سے ثابت کیا کہ نبی مکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو مالک و مختار ماننا اور دافع البلاء و الوباء کہنا بالکل درست اور عین قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔ دیکھیے کہ ایک وصف مبارک پر اعتراض ہوا اور آپ نے اس کے تحفظ کے لیے ایک ضخیم کتاب مرتب فرمادی ۔

سید المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سیادت پر دلائل:

جب نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سید المرسلین یعنی تمام رسولوں کے سردار ہونے کے عقیدے پر کچھ لوگوں نے شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے سب رسولوں کے سردار ہونے کا عقیدہ بے بنیاد ہے، حالانکہ بالاتفاق یہ تمام مسلمانوں کا بنیادی عقیدہ ہے کہ ہمارے آقا و مولا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ تمام رسولوں کے سردار ہیں، لہذا جب اعتراض ہوا تو اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس موضوع پر بھی ایک مستقل کتاب لکھی، جس کا نام "تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین" ہے۔اِس رسالہ میں انتہائی احسن انداز سے آپ نے اس عقیدہ کے متعلق آیاتِ مبارکہ پیش فرمائیں اور ایسی روانی اور شائستگی کے ساتھ انہیں مرتب فرمایا ہے کہ کتاب پڑھنے سے ایسا لگتا ہے کہ دنیا کے اعلیٰ موتیوں کو پرو کر ایک خوبصورت ہار تیار کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں دلائل کا انداز یہ ہے کہ ہر دلیل میں پہلے ایک مرکزی

آیت ہے، پھر اس کے نیچے آیات کی ایک پوری لائن ہے، جیسا کہ اس کتاب کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ اللہ پاک نے قرآن پاک میں بہت سے نبیوں کا ذکر فرمایا، جن سے اللہ نے خطاب کیا اور تمام انبیاء کو ان کے ناموں کے ساتھ "یا آدم، یا نوح، یا موسیٰ، یا یحییٰ، یا عیسیٰ، یا زکریا، یا شعیب" کہہ کر کلام فرمایا، لیکن پورے قرآن میں نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو کسی بھی جگہ نام لے کر نہیں پکارا، بلکہ "یاایھا الرسول، یا ایھا النبی، یا ایھا المزمل، یا ایھا المدثر" جیسے محبت و عظمت والے القاب کے ساتھ خطاب فرمایا۔ یوں متعلقہ تمام آیات کو ایک ترتیب سے ذکر فرمایا ہے، یوں ہی اس کے علاوہ دلائل کو ذکر کیا گیا ہے، پھر اِس کتاب میں آیاتِ مبارکہ کے بعد احادیث مبارکہ بھی نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی شان پاک میں اُسی روانی کے ساتھ نقل کی ہیں کہ ایمان تازہ ہو جاتا ہے اور انہیں پڑھنے میں کیا ہی مزہ آتا ہے، پھر اس کے بعد تورات، انجیل، زبور کی آیات و روایات بھی نقل فرمائی ہیں۔ یہ کتاب ظاہراً مختصر (سو سے کچھ اوپر صفحات پر مشتمل) ہے، لیکن اگر اس کو مکمل شَرح وبَسط کے ساتھ لکھا جائے، تو یہ پانچ، چھ سو صفحات کی کتاب بن سکتی ہے۔

جبریل امیں خادم دربان محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! وعلیہ الصلوٰۃ والسلام:

جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خادم ہیں اور آقا کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا مرتبہ ان سے نہایت بلند ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام کا مقام بہت بڑا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ہے: ﴿ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ، مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ﴾ ترجمہ کنزالعرفان: جو قوت والا ہے، عرش کے مالک کے حضور عزت والا ہے۔ وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے، امانت دار ہے۔(1)

اللہ کی بارگاہ میں اُن کی بڑی شان ہے، لیکن پھر بھی حضرت جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام ہمارے پیارے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے خادم ہیں۔ اِس پر کسی کو شبہ ہوا کہ اتنی بڑی ہستی کے بارے میں ایسا لفظ کہنا درست نہیں، تو اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اس موضوع پر ایک علمی و تحقیقی رسالہ لکھا اور اس کا نام یہ تھا "اجلال جبریل بجعلہ خادما للمحبوب الجلیل" یعنی یہ جبریل عَلَیْہِ السَّلَام کی عزت ہے کہ انہیں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا خادم بنایا گیا ہے۔ اس میں آپ نے ثابت فرمایا کہ حضرت جبریل امین عَلَیْہِ السَّلَام

---

1 ... (پارہ 30، سورۃ التکویر، آیت 20،21)

کو آقائے کونین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ کا خادم بنائے جانے میں جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام کی بے ادبی نہیں، بلکہ یہ تو ان کا بہت اکرام واعزاز ہے۔

یہاں چند مثالیں بیان کی گئی ہیں، ورنہ یوں کہنا ہرگز غلط نہ ہوگا کہ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی تمام کتابوں میں یہی اَنوار، خوبصورتی، حسن اور کمال نظر آتا ہے کہ جہاں پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے حوالے سے کچھ منفی کلام کیا گیا، تو اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا قلم عشقِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور عظمت وناموس رسالت کے بیان میں ایسا رواں ہوتا ہے کہ ایک ایک سطر پڑھ کے ایمان تازہ ہوجاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے علوم کا سرچشمہ اور مختلف علوم وفنون میں مرتبہ امامت:

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی علمی بلندی میں محنت و کوشش سے حاصل کیے گئے علوم سے زیادہ علم وہبی اور علم لَدُنِّی کا عمل دخل ہے، جو خاص عطیہ الٰہیہ (خاص انعام) ہے اور یہ بات اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے خود بھی کئی مقامات پر ذکر فرمائی ہے، چنانچہ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ "شرح چغمینی" شروع کی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا: کیوں اپنا وقت اس میں صرف کرتے ہو؟ مصطفے پیارے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی سرکار سے یہ علوم تم کو خود ہی سکھا دیئے جائیں گے، چنانچہ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں، اِس گھر کی چار دیواری کے اندر بیٹھا خود ہی کرتا رہتا ہوں۔ یہ سب سرکار رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا کرم ہے۔"[1]

شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ایک روز حضرت مولانا شاہ سید احمد اشرف صاحب کچھوچھوی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ تشریف لائے ہوئے تھے۔ رخصت کے وقت انہوں نے عرض کیا کہ اپنے بھانجے مولوی سید محمد صاحب اشرفی کو چاہتا ہوں کہ حضور کی خدمت میں حاضر کردوں، حضور جو مناسب خیال فرمائیں ان سے کام لیں۔ ارشاد ہوا: "ضرور تشریف لائیں، یہاں فتوے لکھیں اور مدرسے میں درس دیں۔" سید محمد اشرفی صاحب تو میرے شہزادے ہیں، میرے پاس جو کچھ ہے، وہ انہیں کے جد امجد یعنی حضور سید نا غوث اعظم رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا صدقہ وعطیہ

1... (حیات اعلی حضرت، صفحہ 238، مطبوعہ مکتبہ نبویہ، لاہور)

ہے۔"[1]

دوسرے دن سید محمد صاحب اشرفی کو کارِافتاء پر لگانے سے پہلے خود گیارہ روپے کی شیرینی منگائی ،اپنے پلنگ پر مجھ کو بٹھا کر اور شیرینی رکھ کر فاتحہ، ختم غوثیہ پڑھ کر دستِ کرم سے شیرینی مجھ کو بھی عطا فرمائی اور حاضرین میں تقسیم کا حکم دیا۔(کیا دیکھتا ہوں) کہ اچانک اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ پلنگ سے اُٹھ پڑے ۔ سب حاضرین بھی ان کے ساتھ کھڑے ہو گئے کہ شاید کسی حاجت سے اندر تشریف لے جائیں گے، لیکن حیرت بالائے حیرت یہ ہوئی کہ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ زمین پر اکڑوں بیٹھ گئے ۔ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا ہو رہا ہے ۔ دیکھا تو یہ دیکھا کہ تقسیم کرنے والے کی غفلت سے شیرینی کا ایک ذرہ زمین پر گر گیا تھا اور اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس ذرہ کوزبان کی نوک سے اُٹھا رہے ہیں اور پھر اپنی نشست گاہ پر بدستور تشریف فرما ہوئے ۔ اِس واقعہ کو دیکھ کر سارے حاضرین سرکارِ غوثیت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی عظمت و محبت میں ڈوب گئے اور فاتحہ غوثیہ کی شیرینی کے ایک ایک ذرے کے تبرک ہو جانے میں کسی دوسری دلیل کی حاجت نہ رہ گئ اور اب میں نے سمجھا کہ بار بار مجھ سے جو فرمایا جاتا کہ میں کچھ نہیں ، یہ آپ کے جد امجد (حضور غوث پاک رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ) کا صدقہ ہے وہ مجھے خاموش کر دینے کے لیے ہی نہ تھا اور نہ صرف مجھ کو شرم دلانا ہی تھا،بلکہ درحقیقت اعلیٰ حضرت ، حضور غوث پاک رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ہاتھ میں "چوں قلم در دستِ کاتب "(جیسے لکھنے والے کے ہاتھ میں قلم) تھے، جس طرح کہ غوثِ پاک سرکار دو عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے ہاتھ میں "چوں قلم در دستِ کاتب" تھے۔[2]

سبحان اللہ! واضح ہوا کہ اعلی حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے علم کا مَنبع سرکار دو عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ اور سرکار غوث پاک رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی بارگاہ ہے۔ پہلے سمجھا جاتا تھا کہ اعلی حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ پچپن علوم میں ماہر ہیں ،اُس وقت جو علوم کا ابتدائی شمار تھا، اس کے اعتبار سے پچپن علوم بنتے تھے، لیکن پھر جب اس میں مزید تنوع پیدا ہوا اور علوم کی مزید شاخیں وجود میں آئیں تو واضح ہوا کہ مجموعی طور پر اعلیٰ حضرت

---

1 ... (ملتقطاًملفوظات اعلی حضرت، حصہ اول، صفحہ 141، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

2 ... (مجدد اسلام ،صفحہ 165،رضا اکیڈمی،لاہور)

رَحۡمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ جن علوم میں ماہر تھے،ان کی تعداد سو سے بھی زیادہ ہے اور اُن علوم کے متعلق اعلیٰ حضرت رَحۡمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ کی معلومات جُزْوِی اور سرسری نہیں، بلکہ اس قدر کامل مہارت تھی کہ آپ رَحۡمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ کی عظمت وشان ہر فن میں عیاں تھی اور آج تک علمائے کرام اعلی حضرت رَحۡمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ کے مختلف علوم کی مہارت کو مختلف انداز میں بیان کررہے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اب بھی بہت سارے علوم ایسے ہیں، جن میں آپ رَحۡمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ کی مہارت وکمال پر بطور خاص کسی نے کام نہیں کیا، جیسے مرزا غالب کا اردو ادب اور فارسی ادب میں بڑا مقام ہے۔ مکاتیب غالب اور خطوط غالب کو اس میں ایک مثال کی حیثیت حاصل ہے کہ اُن میں غالب نے ایسا بلند کلام کیاہے۔ اسی طرح اعلی حضرت رَحۡمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ کے خطوط کئی جلدوں میں چھپ چکے ہیں، ایک بہت جید عالم دین نے اس پر کام کیا ہے، کلام میں کہاں اپنائیت ہونی چاہیے، کہاں محبت ہونی چاہیے، کہاں شفقت ہونی چاہیے، کہاں ادب ہونا چاہیے، کہاں علمی وقار ہونا چاہیے، کہاں شان علم کا اظہار ہونا چاہیے، کہاں عاجزی ہونی چاہیے، کہاں برابری کی بنیاد پر گفتگو ہوگی، کہاں سامنے والے کو تنبیہ کرنی ہے، کہاں تہدید کرنی ہے اور کہاں تفہیم کرنی ہے، یعنی کلام کے جتنے پہلو بھی آپ سمجھ سکتے ہیں، اعلیٰ حضرت رَحۡمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ نے اپنے خطوط میں ان سارے اَسالیب کو استعمال کیاہے اور پھر جیسی بات، اُس کے لیے ویسے الفاظ اور جیسے الفاظ ویسی اُس کی تاثیر۔ کسی جگہ ایک ایک سطر ایسی ہے کہ شاید دوسرے کے صفحے پر بھاری ہو۔

فن خط نویسی اور اعلیٰ حضرت رَحۡمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ:

اعلی حضرت رَحۡمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ کا فن خط نویسی، یہ ایک جدا علم شمار کیا جاسکتا ہے، لیکن اس کے باوجود ابھی تک اس فن پر اس انداز میں کوئی بڑا کام معلوم نہیں، ہو سکتا ہے ہو چکا ہو، لیکن کہنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ چیزیں جنہیں عام طور پر ایک عالِم کے علوم میں شمار نہیں کیا جاتا، اعلیٰ حضرت رَحۡمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ اُن میں بھی کمال مہارت رکھتے تھے، یعنی اعلی حضرت رَحۡمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ علوم دینیہ اصلیہ، علوم دینیہ آلیہ اور جو ان سے ہَٹ کر عُلوم ہیں، جیسے ریاضی، ہیئت، زائچہ، علم مثلث، فلکیات وغیرہا پر بھی خوب دسترس رکھنے والی شخصیت تھے۔ اسی طرح علم توقیت میں اعلیٰ حضرت رَحۡمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ مہارتِ کاملہ رکھتے تھے۔ آپ رَحۡمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ خود فرماتے تھے کہ ”اسی طرح علمِ توقیت بھی ایک ایسا فن ہے کہ اس کے جاننے والے بھی معدوم ہیں، حالانکہ ائمہ دین نے اسے فرضِ کفایہ بتایاہے۔ علمائے موجودین میں تو کوئی اتنا بھی نہیں جانتا کہ فلاں دن آفتاب کب

طلوع ہو گا اور کب غروب ؟ بہت سی عمر گزر گئی تھوڑی باقی ہے، جن صاحب کو جو کچھ لینا ہو وہ حاصل کرلیں "سَلُوْنِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ "میرے دنیا سے جانے سے پہلے ، مجھ سے پوچھ لو۔ حضرت مولیٰ علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم کا ارشاد ہے۔"[1]

اور علمِ فلکیات و توقیت میں اعلی حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کو اتنا کمال حاصل تھا کہ سورج دیکھ کر گھڑی ملا لیتے اور ایک منٹ کا فرق بھی نہ ہوتا ۔ چنانچہ مولوی عبد اللطیف صاحب کا بیان ہے کہ اعلی حضرت کو ستارہ شناسی میں اس قدر کمال تھا کہ آفتاب کو دیکھ کر گھڑی ملا لیا کرتے تھے۔ فقیر عبید الرضا نے بوقت شب ستاروں کو ملاحظہ فرما کر وقت بتانے اور گھڑی ملانے کے واقعات بھی سنے اور دیکھے ہیں اور بالکل صحیح وقت ہوتا ایک منٹ کا بھی فرق نہ پڑتا۔[2]

جامع علوم وفنون، حاویِ اصول وفروع کا مصداق:

مذکورہ بالا گفتگو کو دوسرے اسلوب میں یوں سمجھیے کہ یہ القابات " جامعِ علوم وفنون، حاویِ فروع و اصول" عام طور پر کسی اشتہار وغیرہ میں پڑھنے کو آتے ہیں اور بعض شخصیات کے حوالے سے محسوس بھی ہوتا ہے کہ یہ واقعی اِن اوصاف کے مالک اور ان القابات کے مستحق ہیں۔ "معقول و منقول "کا مطلب ہے ، علوم عقلیہ یعنی منطق ، فلسفہ و ریاضی وغیرہا اور علوم نقلیہ یعنی قرآن ، حدیث، فقہ، تصوف وغیرہ علوم۔ اور "جامع" سے مراد جو شخصیت ان علوم کو جاننے والی ہو، الغرض مجموعی طور پر اُسے جامع علوم عقلیہ و نقلیہ یا جامع معقول و منقول کہتے ہیں۔ دوسرا لقب حاویِ فروع و اصول ہے، حاوی کا مطلب ہے: غالب، احاطہ کیے ہوئے اور فروع کا مطلب ہے: فقہی و جزوی مسائلِ شرعیہ کہ جن کا تعلق عموماً عقائد سے نہیں ہوتا۔ اُصول کا مطلب ہے: دین کے وہ اصول کلیات کہ جن کا تعلق عقائد کے باب سے ہوتا ہے۔ اس لفظ کا اطلاق اگر کسی پر 100 فیصد درست ہو سکتا ہے، تو یقیناً اعلی حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ پر ہو سکتا ہے اور آپ رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے بڑی ہستی شاید ہی ملے گی ،کیونکہ عام طور پر اگر کوئی جامع معقول و منقول ہو گا، تو دو، چار یا دس بیس معقولات و منقولات میں ماہر ہو گا، فروع میں صاحبِ کامل ہو گا، تو اصول میں ویسی دسترس نہیں ہو گی اور اصولی

---

1 ... (ملفوظات اعلی حضرت، حصہ اول، صفحہ 142، مکتبۃ المدینہ)

2 ... (حیات اعلی حضرت، صفحہ 248، مطبوعہ مکتبہ نبویہ، لاہور)

ہو گا، تو فروعات پر ویسا عبور نہیں ہو گا، لیکن اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی معقولات میں مہارت، منقولات پر گہری نظر، اصول پر دسترس اور فروعات کا شاندار استحضار نہایت کمال کا ہے اور آپ کی تصنیف میں یہ مہارتیں ساتھ ساتھ چل رہی ہوتی ہیں۔ ہر فتویٰ میں منقول و معقول، اصول و فروع سب جمع ہوتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کی مرکزی تصانیف جیسے "سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح" کا مطالعہ کر کے دیکھ لیجیے، ان شاء اللہ عزوجل آپ کو ہمارے دعویٰ کی صداقت روزِ روشن کی مانند نظر آئے گی۔ اسی طرح اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی ایک کتاب "الاحلی من السکر لطلبة روسر" اس میں آپ رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اصول و فروع اور منقولات و معقولات کا جیسا خوبصورت استعمال فرمایا ہے، اگر اسے دیکھیں، تو واضح ہو جاتا ہے کہ جامع معقول و منقول اور حاوی فروع و اصول کا لقب اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ پر 100 فیصد صادق آتا ہے۔

امام اہلسنّت درجاتِ اجتہاد میں کس درجہ پر فائز ہیں؟

"کس درجے پر فائز ہیں؟" کا پہلا آسان جواب یہ ہے کہ مفسرین، محدثین، فقہاء، صوفیاء، علماء، متکلمین وغیرہا کے الفاظ کے شروع میں "امام" لگا دیں، تو آپ کا درجہ و مقام سامنے آجائے گا کہ آپ امام المفسرین، امام المحدثین، امام الفقہاء، امام الصوفیاء، امام العلماء اور امام المتکلمین ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ تصنیفات کسی بھی مُصَنِّف کے علوم کا عکس ہوتی ہیں، البتہ اُس کے علوم کا پورا اظہار نہیں کرتیں، کیونکہ بدیہی سی بات ہے کہ ایسا تو نہیں ہوتا، کہ کسی آدمی کو جتنا علم تھا، اُس نے وہ سارا کتاب میں منتقل کر دیا، بلکہ جو اُس نے لکھا ہے، وہ اس کے علم کا کچھ حصہ ہو گا۔ اِس اُصول کو سامنے رکھ کر اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی تصانیف کا جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ آپ رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے تفسیر میں بھی کتابیں تصنیف فرمائیں، حدیث میں بھی کثیر تالیفات کیں، فقہ میں بھی ضخیم کتابیں تحریر کیں، تَصَوُّف میں بھی اَسرار و مَعَارِف و احکام بیان کیے اور دیگر کثیر علوم میں بھی بہت کچھ لکھا اور وہ سب آپ کے علوم کا کچھ کچھ حصہ ہے۔ اِس اعتبار سے دیکھیں، تو اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ میں یہ تمام اوصاف موجود اور تمام اَلقاب صادق آتے ہیں کہ آپ عظیم محدث بھی ہیں، بے مثال مُفَسِّر بھی ہیں اور لاجواب مُتَکَلِّم بھی ہیں۔

اسی طرح مجتہدین کی بات کرتے ہیں تو مجتہدین کے مختلف درجات ہوتے ہیں۔" مجتھد فی الشرع" سب سے اوپر کا درجہ ہے، جیسا کہ ائمہ اربعہ اِسی مرتبہ پر فائز ہیں۔ اِس سے نیچے "مجتھد فی المسائل" اور دیگر درجات آجاتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے اجتہاد میں مختلف جہتوں کی جھلکیاں نظر آتی ہیں، مثلاً کسی جگہ آپ کلام فرماتے ہیں، تو وہ مجتہد فی المسائل کے درجے کا ہے، کسی جگہ پر آپ کا کلام اصحاب تخریج کے مقام کا ہوتا ہے، کسی جگہ اصحاب ترجیح کی شان کا کلام کرتے ہیں۔ الغرض یہ اجتہاد کے مختلف مدارج ہیں اور اعلی حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ میں یہ ساری جھلکیاں ہی نظر آتی ہیں، جس سے آپ کا مجتہد فی الشرع کے نیچے دیگر درجاتِ مجتہدین کے کئی اوصاف کا حامل ہونا سمجھ آتا ہے، اگرچہ درجہ متعین کرنا ہمارے بس میں نہیں اور نہ ہم اس کے اہل ہیں۔ اس لیے مکہ مکرمہ کے ایک جلیل القدر عالم، حافظِ کتب الحرم سیّد اسماعیل خلیل مکی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ تحریر فرماتے ہیں:"واللہ اقول والحق اقول انه لوراها ابو حنيفة النعمان لأقرت عينه ولجعل مؤلفها من جملة الاصحاب "یعنی: میں کہتا ہوں اور اللہ کی قسم سچ کہتا ہوں: اگر امام الائمہ سراج الامہ امامِ اعظم نعمان بن ثابت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ ملاحظہ فرماتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس کے مؤلِّف کو اپنے شاگردوں میں شامل فرماتے۔"(1)

سبحان اللہ! آپ کا علم اور فقاہت واقعتاً بہت بلند مرتبے کے ہیں، لیکن علمی اعتبار سے اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا جو سب سے زیادہ کام ہمارے سامنے آتا ہے، وہ علم عقائد اور علم فقہ میں ہے۔ پھر حدیث و دیگر علوم آتے ہیں۔ یہ کلام خالصتاً علم کے اعتبار سے تھا۔

علماء کی اَقسام میں ایک دوسری جہت بھی ہوتی ہے جس میں یہ ضروری نہیں ہوتا، کہ علم بہت زیادہ ہو، بلکہ وہاں اصل کمال اپنے علم پر اِخلاص کے ساتھ عمل کرنا ہوتا ہے۔ جب کسی شخصیت میں علم و عمل کا کامل اشتراک ہو، تو اسے "**عالِم رَبّانی**" کہا جاتا ہے اور قرآن مجید کی اصطلاح میں وہ پاکیزہ گروہ، علماء ربانیین کہلاتا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ہے:﴿وَ لٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ﴾ ترجمہ: بلکہ وہ یہ کہے گا کہ اللہ والے ہو جاؤ، کیونکہ تم کتاب کی تعلیم دیتے ہو اور اس لیے کہ تم خود بھی اسے

1 ... (الاجازات المتینہ، صفحہ 11، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

پڑھتے ہو۔[1]

اس اعتبار سے اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی شخصیت کو دیکھا جائے، تو علم و عمل دونوں اوصاف سے متصف ہیں، جس وجہ سے آپ علمائے ربانیین میں آتے ہیں۔

ایک تیسرا علمی درجہ ہوتا ہے جسے "**مُجَدِّد**" کہا جاتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "ان اللہ یبعث لهذه الأمة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها" ترجمہ: اللہ تعالیٰ اِس امت میں ہر سو سال کے اختتام پر ایک ایسا شخص بھیجے گا جو امت کے لیے اُن کے دین کی تجدید کرے گا۔[2]

مُجَدِّد وہ ہے جو کسی ہجری صدی کے اختتام کے قریب بھیجا جاتا ہے اور ایک صدی کے اختتام اور اگلی صدی کے آغاز میں نہایت اعلیٰ درجے کی خدماتِ دینیہ سرانجام دیتا ہے، اہلِ اسلام کا مرجع اور امت کے لیے بہت بڑا اسہارا بنتا ہے اور علم و عمل کا جامع ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے اعلی حضرت پر مجدد کا اطلاق ہوتا ہے اور آپ کے اس منصب کا اقرار تمام اہل حق علمائے زمانہ نے کیا۔

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی شہرت کے اسباب:

یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ ہر صدی میں مُجَدِّدِین آتے رہے ہیں تو اُن کو اتنی شہرت نہ ملی جتنی اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے مقدر میں آئی، اِس کی کیا وجہ ہے؟ اور جو مجدد پہلے گزرے اُن کے کیا نمایاں کارنامے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مجدد کا معنی تو اوپر واضح ہو گیا کہ مجدد وہ ہوتا ہے جو ہجری صدی میں کسی صدی کے آخر میں اور دوسری صدی کی ابتداء میں لوگوں کے لیے مرجع ہوتا ہے اور لوگوں کا اس کی طرف علمی، دینی یا روحانی مسائل کے اعتبار سے رجوع ہوتا ہے۔ دین پر پچھلے عشروں میں جو بدعقیدہ لوگوں نے ملاوٹیں کر دیں ہوں یا لوگوں کی جہالت کی وجہ سے اسلامی احکام پوشیدہ ہو گئے ہوں یا امت بہت سے فتنوں میں مبتلا ہو گئی ہو، تو مجدد آکر ان ضلالتوں، بدعتوں، جہالتوں اور خرافات کا قلع قمع کرتا ہے، دین کے شفاف چہرے پر آنے والی گرد کو صاف کرتا ہے، دین کو دوبارہ اسی خوبصورت رنگ میں لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔

1...۔(پارہ 3، سورہ اٰل عمران، آیت 79)

2...۔(ابو داؤد، اول کتاب الملاحم، باب ما یذکر فی قرن المائۃ، 04/148، حدیث: 4291)

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی شانِ مجددیت:

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے زمانے میں پوری دنیا میں اکثر اسلامی سلطنتیں مغلوب ہوچکی تھیں اور ان پر غیر مسلم طاقتوں کا غلبہ تھا اور غیر مسلم طاقتیں ریاست کو مغلوب کرکے صرف حکومت کرنے نہیں آئی تھیں ، بلکہ وہ مسلمانوں کے عقائد، اَقدار، اَخلاق، ہر شے کو نقصان پہنچانے اور تبدیل کرنے کی خواہاں تھیں، پھر کفار کو اچھی طرح یہ علم ہے کہ مسلمانوں کے لیے سب سے عظیم دولت نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت اور تعظیم ہے،اس لیے انہوں نے اس پہلو کے اعتبار سے مسلمانوں پر بکثرت وار کیے، جیسا کہ پاک وہند کے خطے میں انیسویں صدی کے آغاز میں ختم نبوت کے انکار اور نبوت کے جھوٹے دعوے کا فتنہ اِسی سازش کی ایک کڑی تھی، پھر جو نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّم کی گستاخیاں کی گئیں، وہ بھی اسی کا نتیجہ تھا۔ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ان فتنوں کا بھرپور مقابلہ کیا اور عظمت و شانِ رسالت، منصبِ نبوت، مقامِ مصطفی، محبت رسول صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے موضوعات پر آپ نے عشق و محبت اور تعظیمِ مصطفیٰ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے لبریز علمی شاہکار کُتُب تصنیف فرمائیں اور مسلمانوں کے دلوں کو عشقِ رسول کی چاشنی سے بھر دیا۔

ڈال دی قلب میں عظمتِ مصطفیٰ
سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام

اب رہی یہ بات کہ پچھلی صدیوں میں جو مجدد گزرے ہیں، ان کا اتنا تذکرہ کیوں نہیں ہوتا؟

اس کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ زمانے کے بدلنے سے تشہیر کے ذرائع میں اتنی بڑی تبدیلی آچکی ہے کہ پچھلے زمانے میں ایک بات لکھی جاتی تھی، دنیا بھر میں پہنچتے پہنچتے سو سال لگ جاتے تھے، اب کے زمانے میں آپ ایک کتاب لکھتے ہیں اور کتاب جیسے ہی نیٹ پر ڈالتے ہیں، تو ایک دن میں پوری دنیا میں پہنچ جاتی ہے، تو تشہیر کے پیمانے بدل گئے ہیں، پچھلے زمانے میں جو مجدد دین تھے، ان کے زمانے میں یہ اَسباب نہیں تھے، تو اب چونکہ وہ اسباب موجود ہیں، لہٰذا اب تشہیر کا معاملہ زیادہ آسان ہوگیا۔

دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ بہت سے مجدد دین وہ ہیں کہ جن کی شہرت بہت اعلیٰ قسم کی ہے، لیکن وہ بحیثیت مجدد اتنے معروف نہیں ہیں، جتنی اپنی دوسری حیثیات سے معروف ہیں، اس کی مثالیں یہ ہیں:

پہلی صدی کے مجدد حضرت عمر بن عبد العزیز رَضِیَ اللہ تَعالیٰ عَنْہ ہیں۔ آپ رَضِیَ اللہ تَعالیٰ عَنْہ کو کون دین دار مسلمان نہیں جانتا؟ سب جانتے ہیں کہ آپ رَضِیَ اللہ تَعالیٰ عَنْہ اَموِی خاندان کی وہ ہستی ہیں، جو اپنے وقت کے مَظالِم ختم کرکے سلطنت کو خالص خلافت راشدہ کے انداز پر لے آئے، آپ اسلام کے پہلے مجدد تھے، لیکن چونکہ آپ کی حیثیت خلیفہ راشد ہونے کے اعتبار سے اور نظام مملکت کو اسلامی بنانے کے اعتبار سے اتنی نمایاں ہوگئی کہ مجددیت والا وصف اتنا زیادہ بیان نہیں ہوا، جس وجہ سے آپ کا مجدد ہونا اہلِ علم جانتے ہیں، لیکن زیادہ تر عوام نہیں جانتی۔

دوسری صدی کے مجدد امام شافعی رَحمَۃُ اللہ تَعالیٰ عَلَیْہِ ہیں، یقیناً جو علم کی دنیا، خصوصاً علم فقہ سے وابستہ ہے، وہ امام شافعی رَحمَۃُ اللہ تَعالیٰ عَلَیْہِ کو ضرور جانتا ہے، لیکن چونکہ وہ مجتہد ہیں اور مجتہد کا مرتبہ مجدد سے بڑا ہوتا ہے، تو ان کا وہ وصف ایسا غالب ہے کہ مجدد والے نام کے ساتھ ان کا تذکرہ کم ملتا ہے۔

اس کے بعد امام ابو الحسن اَشعری رَحمَۃُ اللہ تَعالیٰ عَلَیْہِ اپنی صدی کے مجدد ہیں، لیکن اُن کا کام علم الکلام یعنی عقیدے کے دقیق مسائل میں تھا، جیسے اعلیٰ حضرت رَحمَۃُ اللہ تَعالیٰ عَلَیْہِ کا کام شان رسالت کا ہے، یعنی یوں کہہ لیں کہ شانِ رسالت گھر گھر، گلی گلی اور مسجد مسجد کا موضوع ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہ تَعالیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی عظمت و شان سننا، بیان کرنا، نعتیں پڑھنا، سننا مسلمانوں میں بہت عام ہے، لہٰذا عوام اعلیٰ حضرت رَحمَۃُ اللہ تَعالیٰ عَلَیْہِ سے واقف ہے، لیکن امام ابو الحسن اشعری رَحمَۃُ اللہ تَعالیٰ عَلَیْہِ کا کلام مُعتزِلہ، مُجَسِّمہ، مُشَبِّہہ، مُعَطِّلہ اور مُرجِیہ فرقوں کے مقابلے میں تھا۔ یہ سب پرانے زمانے کے فرقے ہیں، ان سے جو مباحث ہیں، وہ بھی اتنی پیچیدہ ہیں کہ اچھے اچھے علماء کو سمجھنے میں دشواری ہوتی ہے، تو عوام کو کیا سمجھ آئے گی، یوں امام ابو الحسن اشعری رَحمَۃُ اللہ تَعالیٰ عَلَیْہِ کا نام عوام میں کم ہے۔

سابقہ مجددین کی شہرت کم ہونے کے باوجود چند ایسی ہستیاں ہیں، جن کا نام واقعتاً بڑا معروف ہے، جیسے امام غزالی رَحمَۃُ اللہ تَعالیٰ عَلَیْہِ وغیرہ۔ آپ رَحمَۃُ اللہ تَعالیٰ عَلَیْہِ اپنی صدی کے مجدد ہیں اور آپ کا نام سب کو معلوم ہے، اِسی طرح امام فخر الدین رازی، علامہ جلال الدین سیوطی اور مجدد الف ثانی رَحمَۃُ اللہ تَعالیٰ عَلَیْہِم وہ ہستیاں ہیں کہ جن کا نام بطور مجدد بھی بڑا معروف ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ بعض مجددین کے معروف نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی کوئی اور حیثیت ان

کے وصفِ مجددیت پر غالب رہی یا دوسری وجہ یہ کہ ان کا کام ایسی فیلڈ (Field) میں تھا کہ جو عوام میں معروف نہیں ہوا۔ اُنہیں میں امام زین الدین عراقی، امام ابن عبد السلام، علامہ سخاوی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، ملا علی قاری رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْھِم کے نام ہیں۔

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی زیادہ شہرت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ آپ رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا زمانہ ہمارے قریب گزرا ہے، اس لیے ان کا ذکر زیادہ ہوتا ہے، نیز جن فتنوں کا اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے مقابلہ کیا تھا، وہ فتنے ابھی تک چل رہے ہیں، جیسے ختم نبوت کے انکار کا فتنہ کہ اعلی حضرت رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے ختم نبوت کے عقیدے کا تحفظ کیا، یونہی شانِ مصطفیٰ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم چھپانے کا فتنہ ابھی تک جاری ہے اور اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے تعظیمِ مصطفیٰ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہی کا سب سے زیادہ درس دیا، تو چونکہ شانِ رسالت کے انکار کے فتنے کی باقیات ابھی تک موجود ہیں، جس کا مقابلہ کرنے کے لئے حقائق و دلائل بیان کیے جاتے ہیں اور اس ضمن میں اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا ذکرِ خیر اور آپ رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی کتابوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی عظمت و شان کے اسباب:

سب سے بڑا سبب تو وہی ہے جو اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے خود بیان فرمایا کہ بارگاہ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے یہ سارے علوم اور تمام کمالات عطا کیے گئے اور یہی اصل الاصول ہے اور یہ فضل الٰہی ہے۔﴿ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ﴾ ترجمہ: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔

حقیقتِ حال یہ ہے کہ اللہ تعالی اپنے دین کی خدمت کے لیے کچھ لوگوں کو منتخب فرمالیتا ہے، کیونکہ نبی اکرم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے بعد اب کوئی نیا نبی نہیں آئے گا، تو اب اللہ تعالی اِس دین کے پھیلانے اور اس کے تحفظ کا کام اسی امت سے لیتا ہے اور امت بحیثیت اجتماعی بھی یہ کام کرے گی اور کچھ انفرادی شخصیات بھی اس کام کو خصوصی طور پر سرانجام دیں گے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر زمانے میں اس وقت کی ضرورت کے اعتبار سے شخصیات آتی گئیں، تو یوں یہ ایک انتخاب الٰہی ہے کہ رب تعالیٰ جسے چاہتا ہے، اپنے دین کی خدمت کے لیے چُن لیتا ہے۔

پھر جب اللہ تعالیٰ کسی سے کام لینے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے مطابق اُسے صلاحیتیں بھی عطا فرمادیتا

ہے۔ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے رب کریم نے جو کام لینا تھا، اس کا تعلق علم سے تھا اور علم کے لیے حافظہ و ذہانت نہایت ضروری ہیں، یوں آپ رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کو بے مثل حافظہ اور اعلیٰ درجے کی ذہانت عطا کی گئی، یہ خالصتاً عطائی چیزیں ہوتی ہیں، جبکہ کچھ چیزوں کا تعلق انسان کی کاوِش کے ساتھ بھی ہوتا ہے، جیسے اعلیٰ درجے کا اخلاص ہونا چاہیے اور اخلاص اپنی محنت سے حاصل کیا جاتا ہے، پھر کسی کا جتنا اخلاص ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس میں اتنی برکت ڈال دیتا ہے۔

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی رِفعتوں کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے بزرگوں سے بہت زیادہ دعائیں لی ہیں اور دعا بھی دنیا کے لیے نہیں، بلکہ ہمیشہ آخرت کے لیے کرواتے، چنانچہ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: بریلی میں ایک مجذوب، بشیر الدین اخوندزادہ کی مسجد میں رہا کرتے تھے۔ جو کوئی ان کے پاس جاتا وہ گالیاں دیتے، مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق ہوا۔ میرے والد ماجد قدس سرہ کی خوشی تھی کہ کہیں باہر بغیر آدمی ساتھ لیے نہ جانا۔ ایک روز رات کے گیارہ بجے اکیلا اُن کے پاس پہنچا اور فرش پر جا کر بیٹھ گیا۔ وہ حجرہ میں چارپائی پر بیٹھے تھے۔ مجھ کو بغور پندرہ منٹ تک دیکھتے رہے، آخر مجھ سے پوچھا تم مولوی رضا علی خاں صاحب کے کون ہو؟ میں نے کہا: میں ان کا پوتا ہوں۔ فوراً وہاں سے جھپٹے اور مجھ کو اٹھا کر لے گئے، اور چارپائی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: آپ یہاں تشریف رکھیے۔ پوچھا کیا مقدمہ کے لیے آئے ہو؟ میں نے کہا: مقدمہ تو ہے، لیکن میں اس کے لیے نہیں آیا ہوں، **میں تو صرف دعائے مغفرت کے لیے حاضر ہوا ہوں۔** قریب آدھے گھنٹے تک برابر کہتے رہے، اللہ کرم کرے، اللہ رحم کرے، اللہ کرم کرے، اللہ رحم کرے۔[1]

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ اور والِدہ کا ادب:

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ پر فضلِ الٰہی کا ایک سبب والدین کی خدمت و تعظیم اور ان کی دعائیں بھی ہیں۔ اعلی حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اپنے والدین رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِما سے بھی بہت دعائیں لیں اور سب

1...(ملفوظات اعلی حضرت، حصہ چہارم، صفحہ 490، مکتبۃ المدینہ)

جانتے ہیں کہ والدین کی خدمت، ان کی تعظیم اور ان کا ادب جتنا زیادہ کیا جاتا ہے، اتنی دعائیں ملتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا والدہ کے ادب کا ایک خوبصورت واقعہ ہے کہ اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنے بیٹے مولانا حامد رضاخان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کو سبق پڑھا رہے تھے، طریقہ یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت پچھلا سبق سن کر آگے دیتے تھے، پچھلا سبق جو سنا، تو وہ یاد نہ تھا، اِس پر ان کو سزا دی۔ اعلی حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی والدہ محترمہ جو دوسرے دالان کے کسی گوشے میں تشریف فرما تھیں، انہیں کسی طرح اس کی خبر ہوگئی۔ وہ حضرت حجۃ الاسلام (مولانا حامد رضاخان) کو بہت چاہتی تھیں، بھری ہوئی آئیں اور اعلیٰ حضرت قبلہ کی پشت پر ایک دو ہاتھ مارے اور فرمایا: تم میرے حامد کو مارتے ہو! اعلیٰ حضرت فورًا جھک کر کھڑے ہو گئے اور اپنی والدہ محترمہ سے عرض کیا: اماں اور ماریئے جب تک آپ کا غصہ فَرو (ختم) نہ ہو۔ یہ کہنے کے بعد انہوں نے ایک دو ضربیں اور لگائیں، اعلیٰ حضرت سر جھکائے کھڑے رہے، یہاں تک کہ وہ خود واپس تشریف لے گئیں۔ اس وقت جو غصے میں ہونا تھا ہو گیا، مگر بعد میں اس واقعہ کا ذکر جب بھی کرتیں تو آبدیدہ ہو کر فرماتیں کہ دو ہاتھ مارنے سے پہلے میرے ہاتھ کیوں نہ ٹوٹ گئے کہ ایسے مطیع و فرماں بردار بیٹے کہ جس نے خود کو پِٹنے کے لیے پیش کر دیا، کیسے مارا؟ افسوس! [1]

اب خود غور کرلیں کہ ایسی تعظیم کے بعد دعائیں کیسی ملتی ہیں، تو اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے جو بزرگوں سے اور والدین سے دعائیں لی، اس کا اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی خدماتِ دینیہ کی کثرت و برکت میں بہت عمل دخل ہے۔

اس کے علاوہ اعلیٰ حضرت کی محنت بھی بہت بڑا سبب ہے کہ دو، اڑھائی گھنٹے سونا اور بقیہ تمام وقت علم دین میں لگے رہنا، پھر اس کے ساتھ ساتھ وقت ضائع نہ کرنا، پھر زندگی کا بڑا مقصد رکھنا، یہ سب وہ چیزیں ہیں جن کے ذریعے بڑے بڑے کارہائے نمایاں سر انجام دیئے جاتے ہیں۔

اللہ کریم ہمیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضاخان رحمۃ اللہ علیہ کے نقشِ قدم پر چلنے اور آپ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و سلم

1... (سیرت اعلیٰ حضرت از مولانا حسنین رضا خان، صفحہ 96، مطبوعہ لاہور)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ اَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

”شانِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ“

مکہ مکرمہ کے ایک جلیل القدر عالم، حافظِ کتب الحرم سیّد اسماعیل خلیل مکی رَحۡمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ تحریر فرماتے ہیں: ”وَاللّٰہِ اَقُوۡلُ وَالۡحَقُّ اَقُوۡلُ اِنَّہ لَوۡ رَاٰھَا ابو حنیفۃَ النعمانُ لَاَقَرَّتۡ عَیۡنُہ وَلَجَعَلَ مُؤَلِّفَھَا مِنۡ جُمۡلَۃِ الۡاَصۡحَابِ“ یعنی: میں کہتا ہوں اور اللہ کی قسم سچ کہتا ہوں: اگر امام الائمہ سراج الاُمہ امامِ اعظم نعمان بن ثابت رَحۡمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیۡہِ آپ (امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ) کے فتاویٰ کا مجموعہ ملاحظہ فرماتے، تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس کے مؤلّف کو اپنے شاگردوں میں شامل فرماتے۔

(الاجازات المتینہ، صفحہ 11، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فیضانِ مدینہ، محلّہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی کراچی

UAN +92 21 111 25 26 92   0313-1139278

www.maktabatulmadinah.com / www.dawateislami.net

feedback@maktabatulmadinah.com / ilmia@dawateislami.net